یا یہ تصور کرلیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ ایک 'مذہبی' ثقافت ہے اس لیے اس کے اصل مخاطب جماعتِ علما وصوفیہ کے افراد ہیں اور یہ انھی کے لیے مناسب ہے۔ دیگر افراد نہ ان کی طرح 'مذہبیت' اور 'روحانیت' اختیار کرسکتے ہیں اور نہ اس ثقافت پر عمل کرسکتے ہیں۔ ایک عام مسلمان جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا 'مذہب' نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کی حد تک ہے، جب اُس سے کہا جائے کہ اسلامی فکروثقافت میں مخلوط تعلیم، مخلوط کاروباری ادارے جہاں پر بنک میں، انجینیر نگ کمپنی میں اور عدالت میں ایک ہی نشست پر شانہ بہ شانہ مرد اور عورتیں بیٹھی ہوں یہ اسلامی فکروثقافت کے منافی ہے تو اسے حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے معاملات میں مذہب کے دخل کی کیا ضرورت؟ یہی وجہ ہے کہ ایک بظاہر دینی رجحان اور شخصیت رکھنے والے فرد کے گھر میں بھی جب شادی کی تقریب ہوتی ہے تو مرد و زن بناؤ سنگھار کرنے کے بعد بلاتکلف خلط ملط ہوتے رہتے ہیں اور ایسے افراد کی 'مذہبیت' کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فکروثقافت کو جب تاریخ کا ایک باب سمجھتے ہوئے ماضی کے واقعات میں دفن کردیا جاتا ہے تو نظامِ تعلیم میں بھی اسلامی فکروثقافت کی بنیادوں پر گفتگو بند ہوجاتی ہے۔ اُمت مسلمہ نے اپنے دورِ زوال میں عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح مذہب اور ثقافت میں ایک خیالی خطِ فاصل کھینچ دیا۔ چنانچہ مذہبی مراسم کے پورے اہتمام کے ساتھ شام کے اوقات میں کسی محفل موسیقی یا شامِ غزل میں مخلوط محفلوں میں بیٹھ کر فن کاروں کی زبانی کلاسیکل شعرا کا کلام کلاسیکل گائکوں سے سننا ثقافت ٹھیرا اور اس عمل اور اسلامی عقیدے میں انھیں کوئی تضاد نظر نہیں آیا۔

وحی پر مبنی اسلامی فکروثقافت انسان کو ہر ہر دائرے میں تخلیق و ایجاد کی دعوت دیتی ہے لیکن ہر شعبۂ حیات کو قرآن کریم کے دیے ہوئے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں جو مقاصدِ حیات سے آگاہ کرتے ہیں، سرگرمیوں کی دعوت دیتی ہے۔ یہ ثقافت اپنے ماننے والوں کو ندرت، حصولِ کمال اور انفرادیت کے ساتھ زندگی کے تعمیری سفر میں آگے بڑھنے کی طرف اُبھارتی ہے۔ ایک عملی ثقافت ہونے کے سبب یہ اُمت کے ہر دور کے مسائل کو مقاصدِ شریعت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ (جاری)

مولانا محمد سلطانؒ کی یاد میں

امتیاز احمد شیخ

مرکز جماعتِ اسلامی پاکستان منصورہ کے دفاتر جمعہ کو بند ہوتے ہیں، اس لیے منصورہ میں چھٹی تھی۔ میں خرید و فروخت کے لیے منصورہ سے باہر تھا کہ تقریباً ۱۰ بج کر ۳۰ منٹ پر موبائل پر گھنٹی بجی۔ فون سنا تو منصورہ ایکسچینج سے خبر ملی کہ مولانا محمد سلطان صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ بے ساختہ میری زبان سے انا للہ وانا الیہ رٰجعون کے الفاظ نکلے۔ فوری طور پر یہ خبر سن کر ایسا لگا جیسے میرے اپنے باپ کا انتقال ہو گیا ہو۔ کچھ دیر کے بعد میں منصورہ پہنچا اور سیدھا مولانا سلطان صاحب کی رہایش گاہ پر آ گیا۔

مولانا محترم مرکزی تربیت گاہ کے ناظم تھے، اور ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۲ء تک میں ان کے ساتھ معاون کے طور پر کام کرتا رہا۔ اس طرح مجھے ایک مدت تک مولانا کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ وہ ایک نیک صفت اور خوش اخلاق انسان تھے۔ ہمیشہ صاف ستھرے اُجلے کپڑوں میں ملبوس رہتے اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔ مولانا محترم کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا تھا جو بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔ اس لیے مجھے اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ میں ان کے گھر میں آتا جاتا رہتا تھا۔ مولانا محترم جماعتی کام سے یا کسی عزیز کے پاس جاتے تو مجھے اکثر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کے ساتھ چاروں صوبوں کا دورہ کیا اور تربیت گاہوں میں شرکت کی۔

مولانا محترم نمازِ تہجد کے پابند تھے۔ جب بھی ہم مرکزی تربیت گاہ کے لیے باہر جاتے اور رات کے وقت میری آنکھ کھلتی تو مولانا مصلے پر کھڑے نظر آتے۔ بعد میں فجر کی نماز کے لیے مجھے

اٹھاتے تھے۔ میں اُن سے قرآن بھی پڑھا کرتا تھا، اس طرح وہ میرے استاد بھی تھے۔ میں جب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت اُن کے والد زندہ تھے۔ ان کا نام محمد حیات تھا۔ وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا کرتے تھے جو مولانا محترم نے خاص طور پر ان کے لیے بنوائی تھی۔ ان کے ایک بھائی محمد خان بھی ان کے پاس رہتے تھے، ویسے تو مولانا محترم کے چار بھائی اور ایک ہمشیرہ تھی، بعد میں ان کے ایک اور بھائی محمد زمان خان بھی کراچی سے ان کے پاس آگئے تھے اور یہیں فوت ہوئے۔ مولانا محترم کی بیوی ایک نیک سیرت خاتون تھیں جو بہت صفائی پسند اور سلیقہ مند تھیں۔ انھوں نے مولانا کے والد اور بھائی کی بہت خدمت کی۔ دونوں کا بہت خیال رکھتیں۔ وہ پردے کی بہت پابند تھیں۔ میں نے ان کو کبھی پردے کے بغیر نہ دیکھا۔ پردے کی حالت میں ہی وہ مولانا سلطان صاحب کے بھائی اور والد کی خدمت کرتیں۔

مولانا محترم کا کوئی ذاتی مکان، پلاٹ یا بنک بیلنس نہ تھا۔ وہ جماعت کے کوارٹر میں رہایش پذیر تھے جس کو ان کی اہلیہ بہت صاف ستھرا رکھتی تھیں۔ ہر چیز سلیقے سے رکھی ہوتی، کبھی کوئی چیز بکھری نہیں ہوتی تھی۔ مولانا محترم نے اپنے گھر میں ایک لائبریری بنا رکھی تھی جس میں تفہیم القرآن، تدبر القرآن، فی ظلال القرآن کے علاوہ قرآن کی بہت سی تفاسیر اور دیگر کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ مولانا محترم نے اپنے دفتر میں بھی ایک بڑی لائبریری بنا رکھی تھی۔

وہ ایک عرصے تک مولانا مودودیؒ کے معاونِ خصوصی کی حیثیت سے کام کرتے رہے، اس لیے ان میں مولانا مودودیؒ کی جھلک بھی نظر آتی تھی۔ مولانا محمد سلطان ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے دفتر آجایا کرتے تھے حالانکہ دفتر کا ٹائم ۹ بجے کا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے نمازِ ظہر کی تیاری اور وضو کرنے کے لیے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ جیسے ہی اذان ہوتی تو فوراً مسجد میں تشریف لے آتے۔ نماز ختم ہونے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھے اللہ کی یاد میں لگ جاتے۔ نمازِ عصر کے فوراً بعد دفتر میں تشریف لاتے اور کوئی نہ کوئی کتاب مطالعہ کرتے۔

مولانا محمد سلطانؒ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ● مکاتیب سیدابوالاعلیٰ مودودی (اول، دوم) ● تصوف اور تعمیرسیرت ● یادگار لمحات ● علم و عمل ● لازوال نصیحتیں ● گفتار و افکار ● تحریکِ اسلامی کا مقصد طریقہ کار

•مولانا مودودیؒ پر جھوٹے الزامات اور ان کے مدلل جوابات، • نصابِ حدیث • اسلام میں عورت کا کردار) ان میں سے چند ہیں۔ مولانا اپنا قلمی نام عاصم نعمانی مصنف کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے ایک کتاب لکھی اور مجھے قائدینِ جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بھیجا۔ اس وقت مجھے ان کے پاس کام کرتے ہوئے ۸ سال گزر چکے تھے۔ میں نے پوچھا مولانا محترم! یہ عاصم نعمانی کون ہیں؟ مولانا مسکرائے اور بولے: میرا ہی نام عاصم نعمانی ہے۔ میں بہت حیران ہوا۔ میں نے کہا: مولانا محترم آپ نے اپنا اصل نام اپنی کتابوں میں کیوں نہیں استعمال کیا؟ فرمانے لگے: بس غلطی ہوگئی، مجھے عاصم نعمانی کے نام سے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی اخباروں میں کالم یا مضمون بھی لکھتے اور اخبارات میں چھپنے والے کالموں یا مضامین کے جوابات بھی دیتے تھے۔

مولانا محترم کی آخری کتاب جو انھوں نے خواتین کے مسائل کے بارے میں لکھی: اسلام میں عورت کا کردار شفیق الاسلام فاروقی صاحب نے حرا پبلی کیشنز سے شائع کی۔ اس میں عورتوں کے بہت سے مسائل کا حل موجود ہے۔ مولانا محترم کی دو کتابیں علم و عمل اور نصابِ حدیث مرکزی تربیت گاہ میں سالہا سال سے پڑھائی جاتی ہیں۔ وہ بہت اچھے مربی تھے، فارغ درسِ نظامی تھے اور بی اے بھی کر رکھا تھا۔ انھوں نے عرصۂ دراز تک درسِ قرآن، درسِ حدیث اور سیرت کے موضوع پر خطاب کیا۔ مرکزی تربیت گاہ میں اہتمام کے ساتھ درسِ حدیث دیا کرتے تھے جو ۶ دنوں کا سبق ہوا کرتا تھا۔ وہ مرکز علوم اسلامیہ منصورہ کے نائب مہتمم بھی تھے اور وقتاً فوقتاً مدرسہ مرکز علومِ اسلامیہ کے دفاتر میں جا کر بیٹھا کرتے تھے اور مرکز علوم اسلامیہ کے کاموں کا جائزہ لیتے۔ مرکز علوم اسلامیہ کا حساب چیک کرتے اور ہدایات دیتے۔

وہ دورۂ تفسیر القرآن کے بھی انچارج تھے اور کئی سالوں تک ان کی نگرانی میں دورۂ تفسیر ہوا۔ رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے ہی وہ دورۂ تفسیر کے انتظامات کا جائزہ لیتے اور ان کی تیاری میں لگ جاتے۔ شیخ القرآن والحدیث مولانا گوہر رحمٰنؒ (سابق ایم این اے اور مہتمم مدرسہ تفہیم القرآن مردان) منصورہ میں دورۂ تفسیر کرواتے تھے۔ مولانا محترم ان کی رہایش کا انتظام فرماتے۔ جس مکان میں مولانا سلطان صاحب کا انتقال ہوا، وہیں مولانا گوہر رحمٰن صاحب

آ کر ٹھیرتے تھے۔ مولانا محترم ان کے لیے قرآن کی تفاسیر اور دوسری کتابوں کا انتظام کرتے۔ اُردو بازار سے تاج کمپنی کے قرآن مجید خرید کرلاتے اور شرکاے دورۂ تفسیر کو ان کا ایک ایک نسخہ خود دیتے اور کچھ قرآن پاک مسجد میں رکھوا دیتے تاکہ دورۂ تفسیر کے شرکا کو کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہو۔

محترم قاضی حسین احمد نے جب مسجد کمیٹی کی ذمہ داری بھی مولانا محمد سلطان صاحب کے سپرد کر دی تو وہ مسجد کی خوب خدمت کرتے۔ باقاعدگی سے ہر ماہ مسجد کمیٹی کا اجلاس بلاتے اور مسجد کی بہتری کے لیے تجاویز اور مشورے لیتے اور ضروری مسئلوں کو فوری حل کرنے کی کوشش کرتے۔ رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کرواتے اور حافظ محمد ادریس صاحب کو تراویح پڑھانے کے لیے آمادہ کرتے۔ حافظ محمد ادریس صاحب برسوں جامع مسجد منصورہ میں مولانا محترم کی نگرانی میں نمازِ تراویح پڑھاتے رہے۔ خادمینِ مسجد کا بھی خیال رکھتے۔ ہر سال رمضان المبارک میں خادمینِ مسجد کو اپنے گھر افطاری کی دعوت دیتے اور ان سب کو نئے کپڑے خرید کر دیتے۔ کپڑوں کی سلائی بھی اپنی جیب سے دیتے تھے اور ان کو عید سے پہلے پہلے سلوانے کے لیے کہتے۔

ایک موقع پر ایک مزدور مولانا صاحب سے ملنے آیا جو منصورہ میں ایک زیرِتعمیر مکان میں کام کرتا تھا۔ وہ مولانا محترم سے کہنے لگا: اگر مجھے مسجد میں ملازمت مل جائے، تو میں خدا کے گھر کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا سلطان صاحب اُسے نہیں جانتے تھے مگر کہا کہ کل آ جانا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اس کی درخواست لکھ دو۔ میں نے درخواست لکھی۔ مولانا محترم نے اپنی سفارش کے ساتھ اسے منظور کرایا اور اس کو مزدور سے خادمِ مسجد بنا دیا۔ وہ آج بھی منصورہ جامع مسجد میں خادمِ مسجد کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس کا نام محمد رمضان ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مولانا بندگانِ خدا کے کام آنے میں تکلف نہیں کرتے تھے۔ مولانا محترم کے پاس جو بھی ملنے آتا وہ مولانا کے حسنِ اخلاق کا اتنا قائل ہو جاتا کہ مولانا کا دوست بن جاتا۔ وہ بہت مہمان نواز تھے اور اپنے مہمانوں کی خوب مہمان نوازی کرتے۔

منصورہ کے سٹاف کے لیے ہفتہ وار درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی مولانا سلطان صاحب پر ڈال دی گئی۔ وہ بہت اچھے طریقے سے درس کی تیاری کرتے اور خوب صورت انداز میں اس کو پیش کرتے۔ محترم سید منور حسن صاحب اکثر درسِ قرآن کے بعد